آدھی ادھوری کہانی

ڈاکٹر اسلم جمشید پوری

شعبۂ اردو، چودھری چرن سنگھ یونیورسٹی، میرٹھ (یوپی)، موبائل: 9456259850

بہت دیر سے کہانی... ہاں وہ کہانی جس کی ابھی پیدائش نہیں ہوئی کہ تانے بانے بننے میں دماغ نے کام کرنا بند کر دیا ہے۔ تخلیق کار نے اپنی آنکھیں بند کر کے ذہن کو کہانی کی ابتدا، درمیان، عروج اور انتہا کے لیے سوچنے کے کام پر لگا دیا ہے۔ ذہن منتشر خیالات، افواہوں، خبروں، وہاٹس ایپ میسیجز کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ مختلف واقعات کے ٹکڑے ہیں، جن کا ایک دوسرے سے کوئی میل نہیں ہے۔ دماغ کسرتیں کر رہا ہے، لیکن ہر کوشش ناکام ہو رہی ہے۔ کوئی ترتیب، سلسلہ، ترکیب انہیں ایک لڑی میں پرونے میں کامیاب نہیں ہو پا رہی ہے۔ واقعات کے جھماکے ہو رہے ہیں۔

....

''کیا ہوا ماں......، کیوں پریشان ہو—؟''

''کچھ نہیں بیٹا تم نے سنا، پڑوس کے گاؤں میں فلاں شخص کو اس لیے مار دیا گیا کہ وہ مارنے والوں کے مذہب کا نہیں تھا۔''

''کوئی بات نہیں ماں—ملک کے حالات بدل رہے ہیں۔ تم پریشان نہ ہو۔''

''بیٹا مجھے تمہاری فکر ہے۔ تم جس فیکٹری میں کام کرتے ہو، وہاں تم اکیلے ہو۔''

''ماں... تم بھی نا.... سب ایک جیسے نہیں ہوتے.......

کچھ دن بعد ماں کی آنکھوں کی روشنی چلی گئی تھی۔

....

''چل بے.....سیٹ خالی کر.........''

شالیمار ایکسپریس نے جیسے ہی مظفر نگر پار کیا۔ چار پانچ گیرو لباس والے نوجوانوں نے ایک داڑھی والے نوجوان کو سیٹ خالی کرنے کو کہا۔

''کیوں بھائی۔ میں اس سیٹ پر دیوبند سے بیٹھا ہوں—''

''بھائی تجھے کائی اور بھاشا میں سمجھانا پڑے گو''

''آپ کچھ بھی کر لو....سیٹ......'' لڑکا اپنی سیٹ خالی نہ کرنے پر اڑا تھا، لیکن ابھی اس کا جملہ پورا بھی نہیں ہوا تھا کہ چاروں پانچوں نے اسے سیٹ سے اٹھا کر بے تحاشا مارنا شروع کر دیا۔ لڑکے کی چیخیں، کمپارٹمنٹ کے ہر کان میں چیخ رہی تھیں، لیکن مدد کو کوئی آگے نہیں آیا۔ لڑکے کو ادھ مرا کر کے وہ اسے کھینچتے ہوئے ڈبے کے دروازے تک لائے....اور....ٹرین کی رفتار، آواز اور شور میں ایک آواز یوں سما گئی گویا کبھی ابھری ہی نہیں تھی۔

....

رات کا پچھلا پہر........

اندھیرے کی حکومت۔ فون کی گھنٹی نے نیند کی چادر کو چاک کر دیا۔

''ہلو.....ہلو.....آپا.....تمہارے بھائی کو ہارٹ اٹیک ہوا ہے۔ ہم انہیں لے کر ضلع اسپتال جا رہے ہیں۔ تم لوگ بھی وہیں آ جاؤ......''

آواز میں سسکیاں، لرزش، آنسو سب شامل تھے۔ پورا گھر پل بھر میں جاگ گیا تھا۔ بھابھی کے فون نے سب کو لرزا دیا تھا۔ جلدی جلدی تیار ہو کر گاڑی نکالی۔ میاں، بیوی، چھوٹے بھائی کی دلہن، بڑی بیٹی، چھوٹا بیٹا..... پانچ لوگ دل ہی دل میں دعا کرتے علی گڑھ کی جانب گامزن تھے۔ چاروں طرف پھیلی سیاہ رات، دلی علی گڑھ ہائی وے کی چمچماتی کالی سڑک، سناٹا، خاموشی.....ایسے میں پانچ افراد کو اپنے پیٹ میں لیے سڑک کو تیزی سے کچلتے ہوئے دوڑنے والی کار کی ہیڈ لائٹس کی روشنی کی لرزش اندھیرے سے خوف زدہ سی لگ رہی تھی۔ اچانک ہائی وے پر پانچ چھ افراد دکھائی دیے۔ وہ اشارے سے گاڑی روکنے کو کہہ رہے تھے۔ کار رک گئی تھی۔ وہ بھی پانچ تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ہتھیار تھے۔

''کون ہو؟ کہاں جا رہے ہو؟''

''بھائی ہم جلدی میں ہیں۔ ہمارے ایک رشتہ دار کو اٹیک ہو گیا

ہے۔ہمیں جلد سے جلد علی گڑھ پہنچنا ہے.....''

''گاڑی سے اترو— جلدی کرو۔ ایک طرف کھڑے ہو جاؤ...''

تین عورتیں..... ماں، بیٹی اور دیورانی.... دو مرد....... باپ اور کم عمر بیٹا.......

باپ اور بیٹے کو گاڑی میں باندھ دیا گیا۔ التجا، معافی، گذارش، خوشامد، آنسو کے درمیان یکے بعد دیگرے ایک چراغ کو پانچوں نے روشنی سے محروم کیا..... پھر دوسرا چراغ اور پھر تیسرے ٹمٹماتے دیے کے اجالے نوچے گئے۔ رات کی خاموشی کراہتی رہی مگر کسی نے اس کی آہ نہیں سنی۔ پہریدار کے آنے سے قبل قیامت گذر چکی تھی۔ سانپ کے گذرنے کی گواہ لکیر کو خوب پیٹا گیا۔

....

ذہن کے پردے پر واقعات گتھم گتھا ہو رہے تھے۔ تخلیق کار، کہانی لکھنے پر بضد ہے۔ واقعات کا تانا بانا، ایک دوسرے میں پیوست نہیں ہو رہا ہے۔ واقعات میں تسلسل نہیں ہے۔ مرکزی ہی نہیں حاشیائی کردار بھی نہیں ہے۔ کہانی کیسے وجود میں آئے۔ کوئی شکل نہیں بن رہی۔

....

''گجرات بنادیں گے سمجھا.....''

گائے بھینسوں سے بھرے ٹرک کو بازار میں روک کر ڈرائیور کو مار مار کر ادھ مرا کرنے کے بعد بھاگتے ہوئے جوانوں نے کہا۔ پولیس آ چکی تھی.... زخمی کو اسپتال لے جایا گیا۔

....

''میانمار کے مہاجروں کے ساتھ انسانی سلوک کیا جائے۔'' سپریم کورٹ

''ہم ان مہاجرین کو ہندوستان میں جگہ نہیں دے سکتے۔ ان کی ہماری سرحدوں پر موجودگی ہمارے لیے، ملک کے لیے خطرہ ہے۔'' ایک سرکاری ترجمان نے ٹی وی پر کہا۔

....

ملک کے معروف سنت کو جب جج نے ۲۰ سال کی سزا سنائی تو سنت کے عقیدت مندوں نے ملک کے ایک بڑے حصے کی زندگی کو مفلوج بنادیا۔

....

''تاج محل..... ہماری تہذیب کا آئینہ نہیں ہے۔'' صوبے کے مکھیا کا بیان۔

پورے صوبے میں تاج محل کو لے کر بحث ہو رہی ہے۔ ایک فرقہ اسے نفرت کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ دوسرا فرقہ اسے ملک کی شان بتا رہا ہے۔

''دنیا کے سات عجوبوں میں سے ایک ہے تاج محل....''

....

بھیم آرمی کے چیف کی گرفتاری سے پورے علاقے میں سراسیمگی پسری ہے۔ علاقے کے دلت اور پسماندہ خود کو غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں۔ بھیم آرمی نے ان کے اندر تحفظ کا زبردست احساس جگایا تھا، لیکن ان بے چاروں کو کیا پتہ بھیم آرمی نے کن کن کے اندر عدم تحفظ کا احساس جگا دیا ہے۔

....

ایک خاتون صحافی کا قتل..... ہر طرف خاموشی اور سناٹا ہے۔ جمہوریت سسک رہی ہے۔ صدائے احتجاج بھی بلند ہونے سے قبل خاموش ہوگئی ہے۔

....

کہانی کار کی ناکامی، جھنجھلاہٹ میں بدلنے لگی ہے۔ واقعات، خبروں، مسیجز کے آنے کی بیپ مستقل بج رہی ہے..... مظلوموں کا اژدہام دماغ کے دور تک پھیلے صحرا میں جمع ہو چکا ہے۔ اخبارات کی سرخیاں... عصمت دری، قتل و غارت گری، لوٹ مار، فرقہ پرستی جیسے ہزاروں مسائل جمع ہو گئے ہیں۔ کہانی کا جنم نہیں ہو رہا ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں پیدائش کا وقفہ ابھی پورا نہ ہوا ہو۔ ابھی بچے کی شکل و صورت کی تشکیل نہ ہوئی ہو۔

تخلیق کار غصے میں اپنے سر کے بال نوچنے لگتا ہے۔ اس کی کاوشیں بے کار ثابت ہو رہی ہیں۔ غصے اور طیش میں اس کا سر پھٹنے کو ہے کہ اچانک ایک خیال اس کے ذہن میں کوندتا ہے۔

''ہر کہانی کی پیدائش ضروری تو نہیں۔''

....

اس نے غصے میں، تحریر کردہ آدھے، ادھورے واقعات اور خبروں کے تراشوں سے سیاہ، کاغذات کو پھاڑ کر اپنی مٹھیوں میں بھینچ لیا ہے۔ چہرے کا رنگ سرخ ہو رہا ہے۔

کچھ دیر بعد اس نے دیکھا ڈسٹ بین میں پڑے آدھے ادھورے واقعات آپس میں گلے مل رہے تھے۔ ◆◆◆